بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

۱۸ شوال ۱۳۹۰ھ
۱۸ دسمبر ۱۹۷۰ء

جلد ۱۶
شمارہ ۲۹

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

دستور ساز اسمبلی کا قیام

انقلاب بذریعہ ووٹ کا خوش گوار مرحلہ!

۲۳ سال گذرنے کے بعد پہلی مرتبہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر براہِ راست انتخابات کے ذریعہ دستور ساز اسمبلی کا قیام عمل میں آیا ہے۔

دستور سازی کے لئے صدر مملکت نے چند بنیادی اصول مقرر کئے ہیں جس کی رُو سے پاکستان کا دستور اسلام اور ملکی سالمیت کے خلاف نہیں بنایا جا سکتا۔ اور اگر دستور ساز اسمبلی نے ۱۲۰ دن کے اندر اندر دستور مرتب نہ کیا تو اس کا وجود بے معنیٰ ہو جائے گا۔

پاکستان کی دستور سازی کے لئے جو اراکین منتخب ہوئے ہیں ان میں سے مشرقی پاکستان کی غالب اکثریت عوامی لیگ کے چھ نکاتی پروگرام کی حامی ہے اور مغربی پاکستان کی اکثریتی جماعت پیپلز پارٹی ہے جو اسلامی مساوات کی داعی ہے۔

انتخابات کے نتائج نے اس حقیقت کو آشکارا کر دیا ہے کہ پاکستان کے عوام نظام سرمایہ داری اور زمینداری کے سخت خلاف ہیں اور اپنی اقتصادی الجھنوں کا حل چاہتے ہیں۔

یہ انتخابات ٹھیک ایسے موقع پر ہوئے ہیں جب عوام اقتصادی اعتبار سے تباہ و برباد ہو چکے تھے اور امارت و غربت کے درمیان بہت وسیع خلیج حائل ہو چکی تھی، سرمایہ داروں کی لوٹ کھسوٹ، اور بڑے بڑے جگادھری قسم کے زمینداروں نے ظلم و جبر کے بازار خوب گرم کر رکھے تھے۔ سرمایہ داروں نے پورے نظام معیشت پر سانپ کی طرح کنڈلی مار رکھی تھی —

روز افزوں ٹیکسوں کے بوجھ نے عوام کا کچومر نکال دیا تھا۔ ضروریاتِ زندگی کا بھاؤ آسمان سے باتیں کر رہا تھا، رشوت ستانی اور اقربا نوازی نے عدل و انصاف کے دروازے بند کر رکھے تھے۔ ایسے ناگفتنی اور خطرناک ماحول میں انتخابات کے نتائج یہی برآمد ہو سکتے تھے جو اس وقت رونما ہوئے ہیں۔ یہ نتائج ذی بصیرت و فراست کے لئے قطعاً حیران کُن نہیں ہیں یہ در حقیقت منطقی نتیجہ ہے ہمارے "ظالم سرمایہ دارانہ اور زمیندارہ نظام کا — جس نے ایک عرصہ دراز سے انسانوں کو اپنی مضبوط گرفت میں لے رکھا تھا اور اس سے نجات پانے کے لئے ہم ایک مدّت سے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد قائداعظم نے جلد ہی یہ محسوس کر لیا تھا کہ پاکستان جیسے زرعی ملک میں جب تک زمیندارہ و سرمایہ دارانہ نظام قائم رہے گا نہ یہ ملک ترقی کر سکتا ہے اور نہ ہی بڑے بڑے زمینداروں اور "وڈیروں" کی موجودگی میں کوئی اصلاح پذیر قدم اٹھایا جا سکتا ہے چنانچہ انہوں نے پہلے سندھی ہاریوں کے دکھوں کا مداوا کرنے کے لئے ہاری کمیٹی کا تقرر کیا۔ جس کے ایک معزز رکن نے اس وقت اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ زمیندارہ نظام توڑ دیا جائے تاکہ غریب کسان بھی خوشحال زندگی کا سانس لے سکیں اور ہر شخص آزادی کی حقیقی نعمتوں سے فائدہ اٹھا سکے۔ لیکن بڑے بڑے "لینڈ لارڈوں" اور "وڈیروں" کی موجودگی میں اس نظریہ کو کیسے پروان چڑھایا جا سکتا تھا۔ انگریز کے قائم کردہ نظام کے خلاف جو آواز بھی اٹھتی تھی اسے بزور حکومت و سرمایہ وہیں دبا دیا جاتا —

بعد ازاں یہی بازگشت [illegible] وزارت کے دَوران سنہ [illegible] زرعی اصلاحات کمیٹی قائم [illegible] پھر ایوب خاں کے دَور میں عوام کے اس بوجھ کو ہلکا کرنے کی ادنٰے کوشش کی گئی لیکن دنیا کے انقلاب آفریں دَور میں عوام کس طرح

خاموش رہ سکتے تھے انہوں نے انگریز کے ظالم نظام کے خلاف اپنی جد و جہد مسلسل جاری رکھی اور ایک وقت ایسا آ گیا ؎

توڑ دی بندوں نے آقاؤں کے خیموں کی طناب

آج ہم نے دیکھ لیا کہ عوام نے تنگ آ کر جب نظام سرمایہ داری کی بساط الٹ دی تو اسمبلیوں میں لمبی لمبی شیورلیٹ کاروں والے کی جگہ سائیکل سوار لوگ اور معمولی درجے کے کارکن بھی آ گئے ہیں۔

یہ انتخابات حقیقی انقلاب کی سیڑھی کے درجہ میں ہیں — عوام کی ذرا سی غفلت اور بے توجہی سے اس کے ذریعہ پھر وہی سرمایہ دار اور زمیندار بھی اوپر چڑھ سکتے ہیں۔ جن کے اقتدار کے برج الٹا دیے گئے اور جن کی کلغیاں سرنگوں کر دی گئی ہیں — وہ لوگ اپنے تمامتر وسائل اس انقلاب کو ناکام بنانے میں صرف کریں گے بیدار عوام کو اب جاگتے رہنا چاہیئے۔

اس مرحلہ پر ہم خدا تعالےٰ کے فضل و کرم کے شکرگذار ہیں کہ پاکستان میں اقتصادی انقلاب صرف ووٹ کے ذریعہ رونما ہو گیا ہے اور ہم بخلوص نیت کے ساتھ اس کا سہرا صدر مملکت جناب آغا جنرل محمد یحییٰ کے سر باندھتے ہیں جنہوں نے حالات کا گہری نگاہ سے مطالعہ کر کے دور اندیشی سے کام لیا اور بروقت عام انتخابات کرا کے خونیں انقلاب کا راستہ روک دیا اور انقلاب بذریعہ ووٹ کی راہ ہموار کی ہے۔

اس وقت ہم ان تفصیلات میں نہیں جاتے کہ اس انتخاب نے بساطِ سیاست کے پرانے کھلاڑیوں کو کس طرح پٹخنی دی ہے [illegible] قافلہ بھی اپنے بیش بہا وسائل و نمود و [illegible] صرف ضرورت [illegible] اہمیت بازار [illegible] ہمیں تو [illegible] وقت دستور ساز اسمبلی کے نئے اراکین کی خدمت میں گذارش کرنا ہے۔ عوام نے انہیں منتخب کر کے اس بات کا موقع

ادارۂ خدام الدین کی طرف سے

مبارک باد

حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ، حضرت مولانا غلام غوث مدظلہ اور دیگر امیدواران جمعیۃ علماء اسلام برائے قومی اسمبلی کی کامیابی پر ادارہ خدام الدین آپ کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔

(ادارہ)

فراہم کیا ہے کہ پاکستان میں حسب وعدہ جلد از جلد اسلام کا اقتصادی و معیشی نظام رائج کر کے مساوات محمدی قائم کریں اور اس خدا کو بھول نہ جائیں۔ مجیب الرحمٰن اور ذوالفقار علی بھٹو اپنی کامیابی کی خبر سن کر جس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوئے تھے۔ کیونکہ جس خداوندِ قدوس نے اپنے بندوں کی معرفت بے وسیلہ لوگوں کو ملک کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا ہے اور اختیارات کی چابیاں جن کے حوالے کر دی ہیں اگر انہوں نے خدا کو فراموش کر دیا اور عوام سے کیئے گئے وعدے نظرانداز کر دیے تو ملک کے عوام کا ردِّ عمل انتہائی خطرناک اور سنگین ہوگا۔ عوام اب بیدار ہو چکے ہیں اور انقلاب و تغیر کا راستہ انہوں نے دیکھ لیا ہے ایسی قوم کو دھوکا دینا اور اس کے ساتھ فریب کرنا اب ناممکن ہو گیا ہے۔

اراکینِ اسمبلی کو چاہیے کہ وہ اپنا وقت پارٹی طاقت کا مظاہرہ کرنے اور دوسروں پر اپنی سیاسی قوت کا رعب جمانے میں ضائع کرنے کی بجائے اپنی پوری توجہ دستور سازی پر مرکوز رکھیں اور عوام کی خواہشات کے مطابق مقررہ مدت کے اندر اندر "اسلامی دستور" نافذ کر دیں تاکہ پاکستان کی عزت و عظمت میں اضافہ ہو اور وہ نت نئے انقلابات کی بجائے استحکام پذیر بنیادوں پر ترقی کر سکے۔

بقیہ: درس قرآن

کرنا چاہتا تو ایک منٹ میں کر لیتا۔ اگر خدا تعالےٰ کسی کا دانت دکھا دے اور کہے تب ٹھیک کرونگا کہ تین نمازیں پڑھ! "خدایا! پانچ پڑھوں گا میرا دانت ٹھیک کر دے" پڑھے گا کہ نہیں پڑھے گا؟ — اور اگر کہے "نہیں، یوں نہیں کام بنتا، دانت تب ٹھیک کروں گا کہ تین روزے رکھ" کہے گا "خدایا! دس روزے رکھوں گا میرا دانت ٹھیک کر دے" تو کیا فائدہ ہوا؟ جبر میں فائدہ نہیں ہے۔ اس لئے فرمایا۔ وَلَوْ شَاءَ، اگر میں چاہتا جبراً تمہیں ہدایت دیتا تو ساری دنیا کے لوگ ہدایت پر آ جاتے لیکن پھر فائدہ نہ ہوتا۔ پتھر کو کیا فائدہ جہاں رکھ دو، پھر تو پتھر بن جاتے۔ اس لیئے فرمایا کہ میں نے تمہیں عقل دی، تمہیں سمع و بصر دی، تمہارے لئے نبی اور رسول بھیجے تاکہ تمہارے سامنے راہِ ہدایت واضح ہو جائے۔ اور تم اپنے عقل و بصر کے ساتھ میری دی ہوئی قوتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ مجھے پا لو تاکہ تمہارے لئے نجات ہو جائے۔

اللہ مجھے آپ کو اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے، اللہ ہمیں صراطِ مستقیم عطا فرمائے، اللہ اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ مجھے آپ کو بغاوت سے، سرکشی سے، اپنی ہر نافرمانی سے ہم کو محفوظ رکھے۔ آمین!

مجلسِ ذکر

اصلاحِ حال کیلئے صحبتِ شیخ ضروری ہے

حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا محمد شعیب صاحب مدظلہ العالی ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۰ء درسِ قرآن وحدیث کی چھٹی سالانہ تقریب کے سلسلہ میں واہ کینٹ تشریف لائے۔ آپ نے مجلس ذکر کے بعد جو تقریر ارشاد فرمائی وہ قارئین خدام الدین کے مطالعہ کے لئے مجلسِ ذکر کے کالم میں پیش کی جارہی ہے۔ (محمد عثمان غنی)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، خُصُوصًا عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى وَعَلٰى اٰلِهِ الْمُجْتَبٰى وَ اَصْحَابِهِ الْمُرْتَضٰى، اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ٥ (النمل آیت ۴۳)

ترجمہ: اور اسے ان چیزوں سے روک دیا جنہیں اللہ کے سوا پوجتی تھی بے شک وہ کافروں میں سے تھی۔

محترم سامعین کرام! اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہمیشہ اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائے، اپنے مقبول بندوں کی صحبت نصیب فرمائے، ان سے استفادے کی توفیق عطا فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک کسی اللہ والے کے ساتھ تعلق نہ پیدا ہو اس وقت تک اپنی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ کتنا بھی بڑا دنیا کا عقلمند انسان ہو، کامیاب ہو، بامراد ہو لیکن جب تک کسی اللہ والے کے ساتھ ملاقات نہیں کرے گا، اس کے سامنے اپنا زانوئے تلمذ تہ نہیں کرے گا، اس کے دروازے کا غلام نہیں بنے گا۔ اس وقت تک اس کو دین کی سمجھ نہیں آئے گی۔ دین کی سمجھ دین والوں سے آتی ہے، اللہ کا نام اللہ والوں سے آتا ہے۔ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے لِكُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ۔ ہر فن کے لئے اللہ تعالیٰ نے لوگ رکھے ہوتے ہیں۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ دوکان سے وہی سودا ملے گا۔ جو دکاندار کے پاس ہو گا۔ مثلاً آپ اگر کریانہ فروش کے پاس جائیں تو کریانے کا سودا ہی آپ کو اس کے پاس سے ملے گا۔ اگر آپ اس سے یہ کہہ دیں کہ بھائی ہمیں دو گز ململ بھی دے دو تو وہ کہے گا کہ مجھ سے کریانہ آپ لے سکتے ہیں ململ کسی بزازی والی دُکان سے طلب کریں۔ اسی طریقے سے اگر بزازی کی دکان پر آپ جائیں تو وہاں سے آپ کو بزازی تو ہر قسم کی مل سکے گی لیکن اگر آپ کریانے کا سودا اس سے طلب کریں تو ناکام رہیں گے۔ اسی طریقے سے اللہ کا نام بھی اللہ والوں سے ملتا ہے۔ دنیا داروں سے دنیا کا کام مل جائے گا، دنیا کی مرادیں حاصل ہو جائیں گی، دنیا کی کامیابی ہو جائیگی لیکن اللہ کا نام ملے گا اللہ والوں سے۔ یہ ان کے پاس ہوتا ہے اُن سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

اس ضمن میں مَیں نے سورت النمل کی ایک آیت پڑھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ٥ روکا اس کو اُن چیزوں سے کہ پوجتی تھی وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے، بے شک وہ تھی قوم کافروں سے —— یہ بلقیس رانی ہے۔ اس کے واقعے میں یہ ایک آیت آئی ہے جو آپ کے سامنے پڑھی گئی ہے۔ بلقیس اپنے زمانے کی ایک بہت بڑی ملکہ گذری ہے۔ اس نے انسانوں پر بھی حکومت کی، جنّوں پر بھی حکومت کی۔ بڑی کامیاب فوج، بڑی کامیاب سلطنت اور مضبوط سلطنت کی فرمانروا تھی۔ دنیا کے لحاظ سے ہر طور سے کامیاب تھی۔ لیکن دین کے لحاظ سے کیا حال تھا؟ قرآن کریم میں ذکر آتا ہے

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ٥ (النمل ۲۴)

ترجمہ: مَیں نے پایا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال کو انہیں آراستہ کر دکھایا ہے اور انہیں راستے سے روک دیا ہے سو وہ راہ پر نہیں چلتے۔

دین کے لحاظ سے اتنی کوری اور بدنصیب تھی کہ سورج کو اپنا معبود مان کر اس کی پرستش کرتی تھی۔ دنیا کے لحاظ سے اتنی بڑی کامیاب اور اتنی مضبوط سلطنت کی مالک لیکن دین کے لحاظ سے اتنی محروم اور اتنی بے بہرہ کہ سورج کو اپنا معبود سمجھ کر اس کی پوجا کرتی تھی۔ اس لئے کہ کسی اللہ والے سے ملاقات نہیں ہوئی، کسی کی دامنگیر نہیں ہوئی، کسی کے ساتھ تعلق نہیں پیدا کیا اور جب اللہ تعالیٰ نے اس کی قسمت کا ستارہ چمکانا چاہا تو غائبانہ اسباب مہیّا فرمائے جس کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اس کی ملاقات ہوئی۔ اب ملاقات ہوتے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کا ایک امتحان کرنا چاہا۔ پس امتحان سے ہی اس کی ساری منزلیں طے ہو گئیں۔ وہ امتحان یہ تھا کہ حضرت سلیمان علیہ [illegible] بیٹھے تھے جہاں دربار میں [illegible] صحن میں شیشے [illegible] قائم [illegible] تھا۔ جب وہ آئی تو دوپہر کا وقت تھا اور سورج کا نور پورا پورا فرش کے شیشے پہ پڑ رہا تھا۔ اب وہ باہر سے آئی تھی، وہ یہ سمجھی

MED.NA - The Prophet's Mosque Bab Al Salam. المدینۃ المنورۃ - الحرم النبوی الشریف باب السلام

کہ شاید یہ پانی ہے۔ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا۔ (النمل ۴۴) اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اونچا کیا پانی گہرا سوچ کر —— یہ پانی ہے، مجھے اس سے پار ہونا ہے، تو اپنی پنڈلیوں سے اس نے کپڑا اونچا کیا کہ میں پانی سے گذروں۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ۵ (النمل ۴۴) فرمانے لگے خبردار! پنڈلی اپنی کو برہنہ نہ کرنا۔ یہ پانی نہیں ہے بلکہ یہ شیشے کا جڑا ہوا صحن ہے۔ بس اتنی جب اس نے بات سنی، قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۵ (النمل ۴۴) کہنے لگی کہ جس طرح مجھے یہاں مغالطہ لگا ہے کہ میں شیشے کو پانی سمجھ بیٹھی اسی طریقے سے مجھے یہ بھی مغالطہ لگا ہے کہ میں سورج کو رب سمجھی رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ، یا اللہ! میں نے ظلم کیا اپنے نفس پر، میری توبہ! وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ، میں نے اسلام قبول کیا سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ پر، لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۵ واسطے اللہ کے جو پالنے والا ہے سارے جہانوں کا۔

تو اس کو جب سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضری نصیب ہوئی تو توبہ کی توفیق بھی ہو گئی، اسلام کی سمجھ بھی آ گئی اور اللہ تعالےٰ نے اس کو ہدایت بھی نصیب فرما دی۔ جب تک ان کی ملاقات نہ ہوئی تھی، ان کی زیارت نہیں ہوئی تھی، اُن کے پاس آئی نہیں تھی، اس وقت تک وہ دین سے بالکل محروم تھی، بے بہرہ تھی۔ دنیاوی لحاظ سے چاہے کتنی بڑی کامیاب تھی لیکن دین کے لحاظ سے وہ سراسر شرک اور گمراہی میں مبتلا تھی۔ اس کے سوا اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط حضرت [illegible] السلام نے اس کو شرک [illegible] عقیدوں سے، سورج کے پوجنے سے اور بری چیزوں سے روکا۔ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۵ فرمایا پہلے کافروں کی قوم میں سے تھی۔ اب آئی، عقیدت سے آئی، اطاعت سے آئی۔ اللہ تعالےٰ نے اس پر ہدایت کے دروازے کھول دیے۔

ایک اور چھوٹی سی بات عرض کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی ہیں حضرت ثمامہ ابن اثال رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں ہوئی، حضورؐ کے بہت بڑے دشمن تھے، آپؐ کا نام نہیں سن سکتے تھے، آپؐ کے دین کا نام نہیں سن سکتے تھے، آپؐ کا کلمہ پڑھنے والوں کے بڑے دشمن تھے، مدینے شریف کا نام نہیں سن سکتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ کہیں سفر پر جا رہے تھے صحابہؓ نے دیکھ لیا۔ انہوں نے ان کو باندھ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ "ثمامہ! تم آج بتلاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟" مطلب کیا؟ تم میرے بڑے دشمن ہو، آج میرے قابو آئے ہو، اکیلے، آج بتلاؤ میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کروں؟ کہنے لگا —— اس وقت میں آپؐ کے سامنے قیدی ہوں۔ آپؐ مجھ سے مال لینا چاہتے ہیں تو مانگیں میں دوں گا۔ ویسے اگر آپؐ مجھے رہا کر دیں تو آپؐ کا احسان بھی مانوں گا۔ باقی اگر آپ مجھے قتل کرنے کا حکم دیں تو بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں اس لئے کہ میری پیچھے بڑی جماعت ہے، میرے قتل کا بدلہ لے لے گی۔ مطلب کیا ہوا؟ کہ ابھی اسلام پر آمادہ نہیں ہے —— حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا آج اس کو رکھو، اچھا سلوک کرنا، کل کو پھر میرے پاس دوبارہ پیش کرنا —— دوسرے دن آئے، پھر سوال جواب ہوا اور وہی جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا آج بھی اس کو رکھو، کل کو پیش کرنا۔ تیسرے دن پھر حاضر کئے گئے۔ پھر آپؐ نے پوچھا۔ انہوں نے پھر وہی جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ نہ اس سے ہم کچھ جرمانہ لیتے ہیں نہ اس کو قتل کرتے ہیں۔ رہنے دو۔ چلا جائے —— چھوڑ دیا۔ جب شہر سے نکلا۔ مدینے شریف کے باہر جب وہ کھجوروں میں گیا تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ۔

میں خیال کرتا تھا کہ مجھے یہ قتل کر دیں گے یا مجھ سے کوئی بڑا بھاری جرمانہ مانگیں گے یا مجھے عمر بھر قید کریں گے۔ دنیاداروں کی باتیں تو یہی ہوتی ہیں۔ لیکن انہوں نے مجھے بالکل رہا کر دیا —— یہ اللہ والے ہیں، یہاں اللہ کا نام ملتا ہے۔ مجھے اپنے گناہوں پر پشیمان ہونا چاہیئے اور توبہ کرنی چاہیئے اور خالی نہیں مڑنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے وضو کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکر خود کلمہ پڑھا اور کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے پہلے آپ کا نام میں سُن نہیں سکتا تھا، مجھے شہر مدینہ سے نفرت تھی، آپؐ کی جماعت سے نفرت تھی۔ لیکن آج مجھے آپؐ سے، آپؐ کے شہر سے، آپ کی جماعت سے اتنی محبت ہے کہ ہر چیز پر غالب ہے۔

تو دیکھیے، وہ اتنا بڑا اسلام کا دشمن تھا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

قبۃ الخضراء (بالمدینۃ المنورۃ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسنِ خُلق

جناب مولوی محمد احمد صاحب قادری

عن جریر ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم دخل بعض بیوتہ، فامتلأ البیت، و دخل جریر فقعد خارج البیت فابصرہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فأخذ ثوبہ فلفہ ورمی بہ الیہ و قال اجلس علی ھذا، فاخذہ جریر و وضعہ علی وجھہ وقبلہ۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک مکان میں داخل ہوئے اور وہ مکان لوگوں سے بھر گیا — اب جریرؓ داخل ہوئے تو مکان کے باہر ہی بیٹھ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو (باہر بیٹھے) دیکھا تو اپنا کپڑا لپیٹ کر جریرؓ کی طرف پھینکا اور فرمایا۔ اس کپڑے پر بیٹھ جاؤ۔ حضرت جریرؓ نے اس کپڑے کو لے کر اپنے چہرے سے لگایا اور اسے بوسہ دیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق عالیہ سے یہ بات بعید تھی کہ آپ خود تو گھر کے اندر فرش پر تشریف فرما ہوں اور جریرؓ باہر زمین پر بیٹھیں۔ اس لئے آپ نے فوراً ان کی طرف اپنا کپڑا پھینکا کہ اس کو بچھا کر بیٹھ جائیں۔ لیکن حضرت جریرؓ اس بات کو کس طرح گوارا کر سکتے تھے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاکیزہ کپڑے کو اپنے نیچے بچھا کر بیٹھیں، لہٰذا انہوں نے اس مبارک کپڑے کو اٹھا کر غایت عقیدت سے آنکھوں سے لگایا اور اس پر بوسہ دیا۔

عن جبیر بن نفیر قال: دخلت علی عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا فسالتھا عن خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت: القرآن۔

جبیر بن نفیر فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کا اخلاق تو بس قرآن تھا۔

یعنی آپ کا اخلاق سرتا بسر قرآن پاک کی عملی تفسیر تھی اور قرآن پاک میں جتنی اخلاقی ہدایتیں دی گئی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ان کا نہایت مکمل نمونہ تھی۔

عن الحسن فی قولہ عزّ وجلّ "فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم" قال ھذا خلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعتہ اللّٰہ عزّ وجلّ۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی آیت مبارکہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم (سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تم ان کو نرم دل مل گئے) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اخلاق ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا ہے۔

عن الاسود قال سألت عائشۃ رضی اللہ عنہا: کیف کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع فی اھلہ؟ قالت کان فی مھنۃ اھلہ فاذا حضرت الصلوٰۃ قام فصلے۔

اسود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے گھر والوں کے ساتھ کس طرح بسر کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا۔ اپنے گھر والوں کے کام کاج میں لگے رہتے تھے اور جب نماز کا وقت آ جاتا تو نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے اور نماز ادا فرماتے۔

آقائے نامدار سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ زندگی کی انتہا ہے کہ ایک طرف تو اپنی امت کی فکر میں ہر وقت مصروف و منہمک ہیں اور دوسری طرف آپ گھریلو کام کاج میں اپنے گھر والوں کا ہاتھ بھی بٹاتے ہیں۔

ان عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا سئلت کیف کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتہ؟ قالت کان یعمل کعمل احدکم فی بیتہ! یخیط ثوبہ و یخصف نعلہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کس طرح بسر کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ وہ بھی تمہاری طرح اپنے گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے تھے اپنا کپڑا خود سیتے اور اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے تھے۔

معلوم ہوا گھر میں آپ صلعم کی زندگی عام لوگوں کی طرح تھی [illegible] چھوٹے سے چھوٹے کام [illegible] آپ کو ذرا تکلف نہ تھا۔

عن عروۃ قال سألت عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا۔ ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصنع اذا خلا؟

قالت: یخیط ثوبہ و یخصف نعلہ و یصنع ما یصنع الرجل فی اھلہ۔

عروہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عائشۃ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ اپنا کپڑا سیتے، جوتا گانٹھتے اور وہ سب کچھ کرتے تھے جو ایک آدمی اپنے گھر میں کیا کرتا ہے۔

عن الزھری قال سئلت عائشۃ رضی اللہ عنھا: کیف کان خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتہ؟ فقالت کاحدکم یرفع شیئًا و یضع۔ وکان احب العمل الیہ الخیاطۃ۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے گھر میں کیا برتاؤ تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ جس طرح تم میں سے کوئی ایک شخص کیا کرتا ہے کہ ایک چیز کو اٹھاتا ہے اور دوسری کو رکھ دیتا ہے اور آپ کو سینا پرونا سب کاموں میں زیادہ پسند تھا۔

مطلب یہ ہے کہ جو ایک آدمی اپنے گھر میں کیا کرتا ہے وہ ہی آپ بھی کرتے تھے اور " وکان احب العمل الیہ الخیاطۃ " (اور آپ کو سینا پرونا سب کاموں میں زیادہ پسند تھا) یہ جملہ راوی نے اپنے فہم کی مناسبت سے ذکر کیا ہے۔ اس میں اسی پچھلی روایت کی طرف اشارہ ہے کہ " آپ اپنا کپڑا خود سیتے اور اپنا جوتا خود گانٹھتے تھے "

عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت کنت العب بالبنات فی بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکن لی صواحب یاتینی فیلعبن معی، فینقمعن اذا رأین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسّربھن الی فیلعبن معی۔ (او: منقمعن / المتنزیز)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں بھی تھیں جو میرے پاس آتیں اور میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ وہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے دیکھتیں تو گھر میں ادھر اُدھر چھپ جاتیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو ادھر ادھر سے جمع کرکے پھر میرے پاس بھیج دیتے اور پھر وہ میرے ساتھ کھیلا کرتیں۔

یہ حدیث جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت کی آئینہ دار ہے، اپنے بیوی بچوں کی دلجوئی اور دلداری کا طریقہ بھی یہاں سے معلوم ہوتا ہے۔

عن انس بن مالکؓ رضی اللہ عنہ قال، خدمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسع سنین فما اعلمہ قال لی قط: ھلّا فعلت کذا و کذا؟ ولا عاب علی شیئًا قط۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نو سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی لیکن میرے علم میں نہیں کہ کبھی آپ نے مجھ سے یہ کہا ہو کہ تم نے ایسا کیوں کیا اور نہ کبھی آپ نے میرے کام میں ذرا سا عیب نکالا۔

یہ ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کا نمونہ۔ اس زمانے میں نوکروں اور خادموں کے ساتھ زیادتی کرنے والے اس حدیث پاک کو خصوصیت سے پیش نظر رکھیں اور آپؐ کے اس مبارک طرز عمل سے سبق حاصل کریں۔

عن الحسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام قال سألت ابی عن دخول النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال: کان دخولہ لنفسہ مأذونا لہ فی ذالکؓ، وکان اذا أتی الی منزلہ جزء دخولہ ثلاثۃ اجزاء جزء للہ و جزء لاھلہ و جزء لنفسہ، ثم یجعل جزءہ بین الناس فیرد ذلک علی العامۃ بالخاصۃ ولا یدخر عنھم شیئا فکان من سیرتہ فی جزء الامۃ ایثار اھل الفضل باذنہ وقسمتہ علی قدر فضلھم فی الدین، منھم ذوالحاجۃ و منھم ذوالحاجتین و منھم ذوالحوائج فیتشاغل بھم و یشغلھم فیما یصلحھم والامۃ من مسألتہ عنھم واخبارھم بالذی ینبغی لھم، و یقول لیبلغ الشاھد منکم الغائبؓ وابلغونی حاجۃ من لایستطیع ابلاغی حاجتہ فانہ من ابلغ سلطانًا حاجۃ من لا یستطیع ابلاغھا ثبت اللہ قدمیہ یوم القیامۃ لا یذکر عندہ الا ذلکؓ ولا یقبل من احد غیرہ۔
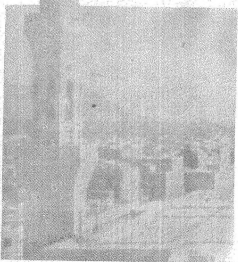
حضرت حسن بن علی ابی طالب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے والد سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اندرون خانہ مصروفیات کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کو ذاتی طور پر اس کی اجازت تھی کہ جب چاہیں اندرون خانہ تشریف لے جائیں (یعنی آپؐ پر باہر تشریف رکھنے کے سلسلہ میں کوئی پابندی نہ تھی بلکہ حق تعالےٰ کی طرف سے اجازت تھی کہ جب چاہیں گھر تشریف لے جا سکتے ہیں)۔ (تاہم) آپؐ کا معمول تھا کہ جب بھی گھر میں تشریف لے جاتے تو اپنے وقت کے تین حصے کرتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے، دوسرا اپنے اہل و عیال کے لئے، تیسرا اپنے آرام کے لئے پھر اپنے آرام کا وقت بھی لوگوں کو دے دیتے، اس طرح

باقی صفحہ ۱۲ پر

از: مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ ——— مرتبہ: محمد عثمان غنی

(۱۱)

آگے فرمایا۔ وَالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْھَا وَ زِیْنَۃً ط وَ یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۵ فرمایا۔ اور اللہ نے گھوڑے کو پیدا کیا، وَالْبِغَالَ اور اللہ نے خچر کو پیدا کیا، وَالْحَمِیْرَ اور اللہ نے گدھوں کو پیدا کیا۔ لِتَرْکَبُوْھَا۔ تاکہ تم ان پر سواری بھی کرو۔ وَ زِیْنَۃً ط اور یہ تمہاری زینت کے کام بھی آتے ہیں۔ جن کے ہاں باہر کار کھڑی ہو، کہتے ہیں "بھائی! بڑا مالدار ہے کار باہر کھڑی کر رکھی ہے" — اب تو ہمارے ہاں بڑے لمبے لمبے بانس باندھ دیتے ہیں تاکہ پتہ چلے کہ بھائی یہاں بھی کوئی "چیز" آ گئی — پہلے زمانے میں گھوڑے باندھ دیتے تھے۔ امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں۔ جس نے گھوڑا اپنے ہاں باندھا جہاد کی نیّت سے، ابوداؤد وغیرہ کی حدیث ہے۔ تو اس کی جو لید ہے وہ بھی نامۂ اعمال میں قیامت کے دن تولی جائے گی اور گھوڑے کو اس نیّت سے باندھے کہ اس پر میں جہاد کروں گا، وہ گھوڑا سارے کا سارا نامۂ اعمال میں تلے گا۔ اس لئے حدیثوں میں آتا ہے، نسائی کی حدیث ہے۔ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سیدالانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑوں کی پیٹھوں سے مٹی کو اپنے دستِ مبارک سے پونچھتے تھے۔ اور نسائی کی ایک روایت یہ بھی آتی ہے، آگے کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گھوڑے کی پیشانی پر بوسہ بھی دیا ہے۔ اور ایک حدیث میں فرمایا۔ اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْھَا الْخَیْرُ —— گھوڑے جو ہیں ان کی پیشانیوں میں خیر و برکت کی گرہیں باندھ دی گئی ہیں۔ گھوڑے کی پیشانی میں برکت کے خزانے ہیں۔ تو اشارہ اس طرف ہے کہ مجاہد بنو۔ دنیا میں جہاد کرو گے تو برکتیں تمہارے قدم چومیں گی اور جہاد چھوڑ دو گے تو بزدل بن جاؤ گے۔ تو دنیا میں پس جاؤ گے۔ گھوڑے پر کیوں چڑھو؟ کس لئے چڑھو؟ جہاد کے لئے چڑھو۔ اس لئے میں کسی درس میں کہہ چکا ہوں کہ اللہ تعالٰے نے گھوڑے کے تمام حالات کی، رفتار کی قسم بھی ایک مقام پر کھائی ہے۔

تو بہرحال عرض یہ ہے بزرگو! فرمایا۔ وَالْخَیْلَ۔ اور گھوڑے کو بھی اللہ نے پیدا کیا۔ کس نے پیدا کیا؟ اللہ نے۔ وَالْبِغَالَ۔ اور خچر کو بھی اللہ نے پیدا کیا جو بڑی طاقت ور مخلوق ہے۔ وَالْحَمِیْرَ۔ اور گدھوں کو بھی اللہ نے پیدا کیا جو تمہاری باربرداری کے کام آتے ہیں، تمہارا بوجھ اٹھاتے ہیں، تمہیں دُور دراز مقامات پر لے جاتے ہیں۔ مشقت کرتے ہیں۔ لِتَرْکَبُوْھَا وَ زِیْنَۃً ط تاکہ تم ان پر سوار بھی ہو اور ان کو تم زینت کے لئے بھی استعمال کر سکو، ہر وقت تو آدمی سوار نہیں ہوتا۔

آگے معجزانہ طور پر فرمایا وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور اللہ وہ بھی پیدا کرے گا جو تم اس وقت نہیں جانتے۔ میرا اپنا خیال یہ ہے اگر ٹھیک ہے تو اللہ قبول فرمائے۔ قرآن میں تاویل ہے۔ تفسیر تو نہیں کہ قرآن مجید جب نازل ہوا، سورت نحل مکّی ہے۔ مکہ مکرمہ میں اس وقت سواری کے لئے اور باربرداری کے لئے یہی چیزیں تھیں۔ اونٹ تھے، گھوڑے تھے، بھیڑ بکریاں تھیں، کھانے پینے کے لئے، گھوڑے تھے، گدھے تھے، خچر تھے۔ چودہ سو سال پہلے کیا پتہ تھا کہ مکّے کے بازاروں میں بھی شاندار کاریں چلیں گی، ہوائی جہازوں کے اڈے ہوں گے۔ فرمایا۔ وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۵ اے مکّے والو! میں وہ بھی پیدا کروں گا جو تم اس وقت نہیں جانتے۔ تمہیں پتہ نہیں اس وقت کہ تمہاری باربرداری کے لئے کون کون سی چیزیں ہوں گی؟ یہ معجزہ ہے محمّد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوّت کا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چودہ سو سال پہلے فرما دیا کہ کچھ باتیں میں بتاتا ہوں۔ تم اس وقت دیکھ رہے ہو، لیکن ایک وقت آئیگا۔ وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اللہ وہ بھی پیدا کرے گا جو اس وقت تم نہیں جانتے۔ بعد میں تمہیں علم دیا جائیگا اور تم پھر بناؤ گے اور ان پر سفر کرو گے۔ ان کو بنانے والا کون ہو گا؟ اللہ تعالٰے۔ یہ انسانی دماغ، انسانی کھوپڑی میں قوّت کس نے پیدا کی؟ اللہ تعالٰے نے — اور اللہ تعالٰے اگر اس قوّت کو سلب کر دے — پاگل خانے میں جا کر کبھی دیکھا کریں۔ کتنے کتنے عقلمند وہاں پھنسے ہوتے ہیں۔ اللہ مجھے آپ کو ایسی بیماریوں سے محفوظ رکھے اور اللہ بیماروں کو کو بھی شفا عطا فرمائے۔ تو یہ بھی ایک اعجازی اعلان ہے محمّد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا۔ وَیَخْلُقُ، اللہ اسی مکّے میں پیدا کرے گا، ایک وقت آئے گا، مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ جس کو تم اس وقت نہیں جانتے۔

پھر نتیجہ بیان کیا۔ فرمایا۔ او میرے بندو! وَ عَلَی اللّٰہِ قَصْدُ السَّبِیْلِ اور اللہ ہی تک پہنچتی ہے [illegible] اللہ راہ۔ ان ساری چیزو[illegible] کریم صلی اللہ [illegible] تمہیں [illegible] سادات سے یہ چیز کی [illegible] ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم ہیں تمہیں [illegible] کو ظاہر ظہور دیکھ سکو گے۔ ان کو [illegible] ہی ازلی اور ابدی ہے ——

[illegible] والآخر (۳: ۵۷) —— (وہی

ان کو استعمال کرو، تمہیں رب یاد
آ جائے۔ اللہ تک پہنچنے کی سیدھی راہ
یہ چیزیں بتلاتی ہیں، کیا مطلب؟
اس میں عبرتیں ہیں۔ تم کھانے پر بیٹھو،
بسم اللہ پڑھو۔ یہ سنت سمجھ کر کھانا
میری غذا ہے۔ سمجھو کر مجھے دینے والا
کون ہے؟ اللہ تعالیٰ ـــــ جب
پانی پیو تو بسم اللہ پڑھو ـــ حضور
(صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں ـــ
مدخل کی حدیث ہے کہ سنت یہ ہے
کہ ہر لقمے پر بسم اللہ پڑھو، ویسے
ہمارے ہاں مشہور تو یہ ہے کہ بھئی!
ہاتھ دھو کر کھانے پر جب بیٹھیں تو
بسم اللہ کہہ ڈالیں لیکن مدخل جو
حدیثوں کا مجموعہ ہے۔ ابن الحاج
نے مرتب کیا ہے، وہ فرماتے ہیں۔
اس میں حدیث ہے کہ حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے
کہ ہر لقمے پر بسم اللہ پڑھے کیونکہ
ہر لقمہ اللہ کی تسبیح کہتا ہے۔ جب
لقمہ اللہ کی تسبیح کہتا ہے تو یہ بھی
اللہ کا نام لے۔ اسے پتہ چلے۔ اظہار
کرے کہ یا اللہ! اگر تیری طاقت نہ
ہوتی تو یہ لقمہ اٹھا کر میں منہ میں
نہ ڈال سکتا۔ تو نے مجھے ہاتھ دیے، تو
نے مجھے غذا دی، تو نے مجھے قوت ہاضمہ
دی، تو نے مجھے قوت ماضغہ دی، میں
چبا رہا ہوں، اور پھر میرے پیٹ میں
یہ پہنچے گا۔ تو اب کھانا کھائیے، کس
لئے کھائیے؟ پیٹ بس بھرے اور خداوند تعالیٰ
کا ذکر بھی ہو، خدا کو بھی یاد کرے۔
سواری پر چڑھے، موٹر پر چڑھے،
کار پر، ہوائی جہاز پہ چڑھے، لیکن
کیا کہے؟ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا
هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ وَ
اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ (الزخرف ۱۳-۱۴)
تین دعائیں ہوتی ہیں سواری کی ـــ
پہلی دعا یہ ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ
سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ
منز دوسری یہ ہے۔ رَبِّ اَنْزِلْنِیْ
لًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ
الْمُنْزِ لِیْنَ ۝ (المومنون ۲۹) حضورِ انور
(صلی اللہ عل اللہ نے فرمایا کہ جب
الٰی فیلعبن کشتی
حضرت عائشہ رض پڑھی۔
ہیں کہ حضور صلی لُعَبِهَا
کے گھر میں گڑیوں سے میرا

رب ہی اس کو چلائے گا، میرا رب
ہی اس کو ٹھہرائے گا، جہاں چلائے گا
چلے گی، جہاں روکنا چاہے گا روک دے گا
اور پھر دوسری دعا کیا فرمائی؟ رَبِّ
اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ
خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ۝ اللہ! مجھے وہاں
اتارنا جہاں میرے لئے برکت کی
جگہ ہو۔ یا اللہ! مجھے عذاب اور
تکلیف کی جگہ سے بچانا۔ دیکھا؟
سواری میں تین دعائیں مانگیں، قرآن کی
تین آیتیں پڑھیں اور ہر کلمے کے بدلے
میں دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے ـــ
حدیثوں میں آتا ہے۔ اگر مسلمان اسلامی
زندگی اختیار کرے، ہمیں کسی ازم کی
ضرورت نہیں ہے۔ مسلمان مسلمان بن
جائے، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کا پیروکار بن جائے، دیکھ لے، ایک
ہفتہ تو مسلمان بن کر دیکھے، مسلمان
ایک ہفتہ پکا مسلمان بن کر دیکھے،
ساری تکلیفیں دور ہوتی ہیں کہ نہیں
ہوتیں؟ تو سواری پر قرآن کی تین
آیتیں پڑھنی ہوتی ہیں۔ اگر تین آیتیں
یاد کرے مسلمان، تینوں آیتیں پڑھے،
ان کے مفہوم سے آشنا ہو تو اس
میں پھر غرور نہیں آئے گا، اس میں پھر
تکبر نہیں آئے گا، اس کی پھر کار کار
نہیں ہوگی بلکہ وہ مہبط الٰہیہ کا مہبط
بن جائے گی۔ اس کا ہیلی کاپٹر پھر
ہیلی کاپٹر نہیں رہے گا، پھر خدا کی
رحمتیں برسیں گی، یہ تو یہاں بھی قرآن
پڑھتا ہے، شیطان وہاں سے بھاگے گا۔
اوہو! یہ تو بڑا سخت آدمی ہے ـــ
ہوائی جہاز میں قدم رکھا اور کہتا ہے ـــ
بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ـــ
خدا کو یہاں بھی نہیں چھوڑتا، یہ تو بڑا
عجیب آدمی ہے، کار میں بیٹھتا ہے اور
پھر بھی اللہ اللہ کر رہا ہے، یہ تو
میرے قابو نہیں آتا، کیونکہ یہ سارے
سامان فخر کے ہوتے ہیں۔

یاد رکھیں میرے بزرگو! تین چیزیں
ہوتی ہیں جو انسان کی نفسیات کو بدلتی
ہیں۔ لباس، بولی اور سامان معیشت ـــ
بولی بدل دیتی ہے مزاج کو۔ ہم اپنی
بولی میں کسی سے بات کریں گے تو غرور
نہیں ہوگا۔ انگریزی ماریں گے تو غرور
آ جائے گا کیونکہ انگریزی مغروروں کی
زبان ہے۔ پڑھنی چاہیئے لیکن اتنا بڑا

نہیں اس کو سمجھنا چاہیئے۔ اور اپنے
لباس میں ہم ہوں گے۔ سادے لباس
میں، غرور نہیں ہوگا۔ اور کوئی اور لباس
پہن لیا تو پھر ہم دوسرے سے
نفرت کریں گے، اسے قریب نہیں
بیٹھنے دیں گے اور سامان معیشت، اگر
ہم چارپائی پر بیٹھ گئے، دری پر بیٹھ
گئے، سادی کرسی پر بیٹھ گئے، تو ہم
میں انشاء اللہ غرور نہیں آئے گا۔ یہ نہیں
ہے کہ ہر سامان معیشت رکھنے والے
کے دل میں غرور ہوتا ہے، نہیں،
اللہ کے نیک بندے بھی ہیں۔

بہرکیف میں عرض یہ کر رہا
تھا کہ جب موٹر میں بھی اللہ کا
نام آ گیا، ہوائی جہاز میں بھی اللہ
کا نام آ گیا، کشتی میں بھی اللہ کا
نام آ گیا تو پھر شیطان مایوس ہو
جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا۔ وَعَلَى اللّٰهِ
قَصْدُ السَّبِیْلِ، اللہ تک پہنچتا ہے
سیدھا راستہ، یعنی خدا کے ساتھ اپنا
لگاؤ پیدا کرو، سامان معیشت سے
فائدہ بھی اٹھاؤ، لیکن خدا کے ساتھ
لگاؤ بھی پیدا کرو۔ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۔
اور ان میں سے بعض رستے ٹیڑھے
بھی ہیں۔ ٹیڑھے رستوں سے بچو، نماز
پڑھو تو کیا پڑھو؟ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِیْمَ۔ اللہ تعالیٰ سے سیدھے
راستے کی دعائیں مانگو۔ وَلَوْ شَآءَ
لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ فرمایا، میرے
بندو! تمہیں میں نصیحت کر رہا ہوں
تمہیں میں سمجھا رہا ہوں تاکہ تم اپنے
عقل و فکر سے کام لے کر میری بات
مانو۔ ورنہ اگر میں تمہیں جبراً مسلمان

باقی صفحہ ۴ پر

(گذشتہ سے پیوستہ)

دروس القرآن

از افادات شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ: محمد مقبول عالم بی اے، ناظم مکتبہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔

حمد

اللہ تعالیٰ کی ذات کو تمام محاسن کا منبع جاننا۔ الحمد للہ کے معنی یہ ہوئے کہ دنیا میں جو خوبی نظر آتی ہے اس کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ کسی کا حسن ذاتی نہیں بلکہ اللہ کا عطیہ ہے۔ چاند میں جو حسن ہے، وہ اللہ کے حسن کا پرتو ہے۔ بصیر، کلیم، سمیع، حیّ، قدیر، مرید، علیم۔ اللہ کی صفات سبعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی نے سب کو یہ صفات عطا ہوتی ہیں اور وہ ان صفات کا مظہر بنتے ہیں۔ اصل میں بصیر، کلیم، سمیع وغیرہ اللہ ہی کی ذات ہے۔ لا بصیر الا اللّٰہ، لا کلیم الا اللّٰہ، لا سمیع الا اللّٰہ۔ انسان کا چونکہ ان صفات سے تعلق ہو جاتا ہے، اس لئے وہ بھی بصیر، کلیم، سمیع وغیرہ بن جاتا ہے۔ اگر یہ تعلق ٹوٹ جائے تو انسان میں نہ سماعت رہے گی نہ بصارت، نہ کلام۔ اندھا بہرہ، گونگا ہو جائے گا۔ صوفیاء کرام اسی سے وحدت الوجود کی طرف نکل جاتے ہیں۔

جب تمام صفات کا منبع وہی ہے تو قابل تعریف بھی وہی ہے۔ باقی سب کی صفات عارضی ہیں اور ان کی تعریف بھی عارضی ہے۔ حقیقی تعریف اللہ ہی کی ہے کیونکہ اس کی صفات بھی حقیقی ہیں۔

مدح، حمد اور شکر میں فرق

اوصاف غیر اختیاری یعنی حسن و خوبصورتی کی تعریف مدح ہوتی ہے۔ مثلاً انسان کا حسن ایک وصف غیر اختیاری ہے اس کے اختیار میں نہیں کہ اپنے حسن کو ہمیشہ قائم رکھ سکے۔ مدح جاندار کے لئے مخصوص نہیں بے جان اشیاء کی بھی مدح ہو سکتی ہے مثلاً جواہرات کی خوبصورتی پر مدح کرنا۔

حمد افعال اختیاری ہی پر ہو سکتی ہے۔ یہ انہی محاسن پر استعمال ہوتا ہے جہاں فعل اختیاری ہوتا ہے اور یہ فقط اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔

شکر بعد از انعام کیا جاتا ہے۔ مدح اور شکر اللہ کے سوا دوسروں کے لئے بھی ہو سکتا ہے لیکن حمد فقط اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اسی لئے فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ط کہ حمد فقط اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

آل استغراق کے لئے ہے۔ اس کے معنی یہ ہوں گے۔ کہ تمام تعریفیں۔ ال جنس کے لئے ہے —— اور معنی یہ ہوں گے کہ ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ گویا تمام اور ہر قسم کی تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں — حدیث شریف میں اللہ کی حمد بیان کرنے کے بے شمار فضائل بیان ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے اور بہترین دعا الحمد للہ ہے

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الحمد کامل شکر ہے۔ جس بندے نے اللہ کی حمد بیان نہ کی گویا اس نے اللہ کا شکر ادا نہ کیا۔

۳۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کی طرف بلائے جانے والے لوگ وہ ہوں گے جو دکھ اور سکھ میں اللہ کی حمد کیا کرتے تھے۔

اللہ

لِلّٰهِ۔ لِ + اللّٰہ۔ ل حرفِ جارہ ہے یعنی استحقاق اور اختصاص کے لئے ہے یعنی حمد اللہ اور صرف اللہ ہی کے لئے ہے کسی دوسرے کو اس کا استحقاق نہیں پہنچتا۔

اللہ جل شانہٗ۔ اللہ اسم علم ہے یعنی اسم ذات ہے۔ اُس ذاتِ واجب الوجود کا جو تمام کمال کی صفات کا جامع ہے۔ صرف اللہ کی ذات واجب الوجود ہے باقی سب ممکنات ہیں۔

لفظ اللہ اِلٰہ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی تحیّر یا درماندگی کے ہیں۔ اللہ وہ ذات ہے جس میں تفکر کرنے سے تحیّر بڑھتا ہے اور عقل انسانی اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ بعض اسے والہ سے مشتق بتاتے ہیں جس کے معنی ہیں بہت زیادہ محبوب ذات۔

اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماءِ الحسنیٰ ہیں۔ اللہ ذاتی نام ہے باقی صفاتی ہیں۔ اسلام نے مسلمان کے ذہن میں جو اللہ کا تخیل پیدا کیا ہے وہ یہ ہے کہ صرف اللہ ہی ذاتِ قدیم ہے۔ کان اللّٰہ ولم یکن معہ شیئًا۔ (اللہ ہی تھا اس کے ساتھ کوئی شے نہیں تھی) ملجا و ماویٰ و منبع فقط اللہ کی ذات ہے، بلکہ سب اس کے محتاج اور وہ ایک ہی محتاج الیہ ہے۔ انتم الفقراء الی اللّٰہ (۱۵:۳۵) (تم سب اللہ کے محتاج ہو) اللہ تعالیٰ کو ان آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ لا تدرکہ الابصار (۱۰۳:۶) (اُسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں) البتہ قیامت کے دن عالم ملکوت میں اللہ کو دیکھا جا سکے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے یہ چیز ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنے رب کو ظاہر ظہور دیکھ سکو گے۔

اللہ ہی ازلی اور ابدی ہے —— ھو الاول والاٰخر (۳:۵۷) —— (وہی

جب تک اللہ تعالیٰ کی صحیح طور پر معرفت نہ ہو، انسان قرآن سے مستفید نہیں ہو سکتا۔ قرآن اس بات کا کفیل ہے کہ اللہ تعالےٰ کی صحیح طور پر معرفت کرائے۔ جو لوگ قرآن میں غور و تدبر نہیں کرتے، وہ اللہ تعالےٰ کی معرفت سے بے خبر ہیں۔ قرآن کی صحیح تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے اکثر مسلمان شرک میں مبتلا ہیں۔ جو تعلق بندے کا خدا سے ہونا چاہیئے وہ غیروں سے رکھنا یہی شرک ہے۔ قرآن کا مقصد اللہ تعالیٰ سے انسان کا تعلق درست کرانا اور ماسوی اللہ سے ہٹانا ہے۔ ماسوی اللہ کے تعلّقات بے شمار ہیں۔ انسان کا کمال یہ ہے کہ ان سب تعلّقات کے باوجود حقیقی تعلّق اللہ سے رکھے ؎

دلا تو رسم تعلّق ز مرغِ آبی جو
اگرچہ غرق بدریاست خشک پر برخاست

قرآن اس جذبہ کی تکمیل کے لئے آیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اس کا نمونہ دکھایا ہے۔ آپؐ گھر میں ازواج مطہرات کے ساتھ کام کاج کرتے جب اذان ہوتی تو کام وہیں چھوڑ کر مسجد میں تشریف لے آتے۔ اب اسی مقصد کی تکمیل علمار ربانی کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہر شے کا خالق ہے۔ اور اس کا صحیح اندازہ وہی لگاتا ہے۔

خلق کل شیئٍ فقدرہٗ تقدیرا۔ (۲۵ : ۲) اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کا ایک اندازہ مقرر کیا۔

اللہ تعالےٰ ہی سارے جہان کا مالک اور بادشاہ ہے:-

لہٗ ملک السمٰوٰت والارض (۲ : ۱۰۷) اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے۔

اللہ تعالےٰ ہی اولاد دیتا ہے:-

[illegible] یشاء الخ (۴۲ - ۴۹ : ۵۰) [illegible] جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے [illegible]

اللہ [illegible] رزق ہے اور بسط و قبض رزق اسی کے قبضے میں ہے:-

یبسط الرزق لمن یشاء (۱۳ : ۲۶) جس کے لئے چاہتا ہے رزق میں کشائش کرتا ہے۔

ہر چیز کے خزانے اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں:-

ان من شیئٍ الا عندنا خزائنہٗ (۱۵ : ۲۱) ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں۔

ہر جگہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب والشہادہ صرف اللہ تعالےٰ ہی کی ذات ہے:-

نحن اقرب الیہ من حبل الورید (۵۰ : ۱۶) ہم بندے کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

ھو اللہ الذی لا الٰہ الّا ھو علم الغیب والشہادۃ (۵۹ : ۲۳) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے۔

وعندہٗ مفاتح الغیب (۶ : ۵۹) غیب کی چابیاں اسی کے پاس ہیں۔

راحت و رنج اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور نفع و ضرر کا فیصلہ اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔

وان یمسسک اللہ بضرٍّ فلا کاشف لہٗ الّا ھو وان یردک بخیرٍ فلا رآدّ لفضلہٖ (۱۰ : ۱۰۷) اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر تیرے لئے کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔

بقیہ حضور اکرمؐ کا حسنِ خلق

کہ خواص کے ذریعہ اس کا فائدہ بھی عوام تک لوٹا دیتے (یعنی اس وقت میں خصوصی حضرات صحابہ کرامؓ داخل ہوتے اور آپؐ سے دینی مسائل اور تبلیغ کی باتیں سن کر عوام تک پہنچاتے) اور ان سے کوئی چیز اٹھا نہ رکھتے (یعنی دین و دنیا کے فائدہ کی ہر بات بتاتے) چنانچہ آپؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ اس وقت میں جو امّت کے لئے تھا اپنی منشا کے مطابق اہل فضل کو ترجیح دیتے تھے اور اس وقت کی تقسیم دینی فضیلت کے اعتبار سے درجہ بدرجہ ہوتی تھی۔ (یعنی آپؐ کے یہاں ہر ایک کے مرتبے اور درجے کا لحاظ رکھا جاتا اور ہر شخص کو دینی فضیلت کے لحاظ سے آپؐ کے دربار میں بار ملتا تھا) ان میں سے کسی کا ایک کام ہوتا کسی کے دو اور کسی کے متعدد۔ آپ ان کے کاموں میں لگ جاتے اور ان کو بھی ان امور میں مشغول رکھتے جن سے ان کی اور امّت کی اصلاح ہوتی، چنانچہ آپ ان سے سوالات فرماتے اور پھر ان کے مناسب حال ان کو ہدائتیں دیتے اور فرماتے کہ جو یہاں موجود ہیں وہ ان ہدایات کو اوروں تک پہنچا دیں (آپؐ فرماتے تھے کہ) مجھے اس شخص کی ضرورت بتا دو۔ جو اپنی ضرورت کو مجھ تک نہیں پہنچا سکتا کیونکہ جس نے امیر تک کسی ایسے آدمی کی حاجت کو پہنچایا جو خود اس تک اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتا قیامت کے روز اللہ تعالےٰ اس شخص کو ثابت قدم رکھے گا۔ بس آپؐ کے پاس یہی ذکر مذکور رہتا اور اس کے علاوہ آپؐ کسی کی کوئی بات پسند نہ فرماتے

قرآن حکیم کا فلسفۂ اخلاق

نصیر احمد ناصر

انسان چونکہ فطرتاً حسن پسند واقع ہوا ہے۔ اور حسن کے بغیر اس کی جمالیاتی حس کی تشفی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے وہ حسن کے بغیر طمانیت و مسرت حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ فطرتاً اپنے اقوال و اعمال کی حسین دنیا میں رہنے پر مجبور ہے۔ اور یہی دینِ فطرت ہے اور یہی اسلام کے فلسفہ اخلاق کا حاصل ہے قرآن حکیم نے اس حقیقت کو اپنے بلیغ انداز میں اس طرح بیان فرمایا ہے

فاقم وجهك للدين حنيفا ط فطرت الله التي فطر الناس عليها ط لا تبديل لخلق الله ط ذلك الدين القيم ق ولكن اكثر الناس لا يعلمون (۳۰:۳۰)

اپنی توجہ کو ایک سچے انسان کی طرح حسین اور مستقل طور پر دین کی طرف لگائے رکھو۔ یہ اللہ کی فطرت ہے۔ جس پر اس نے انسان کی فطرت کو بنایا۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ یہ حسین اور مستقل دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔

انسان کی فطرت چونکہ اللہ تعالےٰ کی فطرت پر بنی ہوئی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ جمیل و جلیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے (تبارك اسم ربك ذى الجلال والاكرام (۵۵:۷۸) اور اللہ جميل يحب الجمال (الحدیث) اور حضرت علی کا ارشاد ہے۔ ان الله جميل لا يصدر عنه الا الجمال (بلا شبہ اللہ جمیل ہے۔ اور اس سے بجز حسن و خوبی کے کچھ اور صادر نہیں ہوتا) اس لئے انسان بھی طبعاً حسن سے محبت کرتا ہے۔ جو اس کا منتہائے نظر اور غایتِ زندگی ہے۔ اور اسی کے حصول کے لیے فطرت انسانی کی یہ پکار ہے:۔

ربنا اتنا فى الدنيا حسنة وفى الاخرة حسنة وقنا عذاب النار (۲:۲۰۱)

اے ہمارے پروردگار۔ ہمیں اس دنیا میں بھی حسن (یا بھلائی) عطا فرما۔ اور آخرت میں بھی حسن عطا فرما۔ اور ہمیں آگ (جو سیئہ یا برائی کا قدرتی نتیجہ ہے) کے عذاب سے بچائیو۔

اس آیت کریمہ میں اس اصل کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ حسن یا حسنہ کا حاصل ٹھنڈک یعنی طمانیت و مسرت ہے اور اس کی ضد قبح یا سیئہ کا انجام آگ یا خوف و حزن ہے۔ دوسرے لفظوں میں حسن جنت ہے اور قبح دوزخ۔ اسی لئے فطرت انسانی اپنے پروردگار سے حسن کی دعا اور سیئہ سے پناہ مانگتی ہے۔ فطرت انسانی کے اس تقاضے کو سمجھنا اور اس کی تشفی کرنے ہی میں دین فطرت کا راز مضمر ہے۔ قرآن حکیم اسی لیے انسان سے مطالبہ کرتا ہے۔ وَاَحسن كما احسن الله اليك (۲۸:۷۷) اور اس طرح احسان (یا حسن عمل) کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے۔

مندرجہ بالا آیت اپنی بے پناہ معنوی وسعت و گہرائی کے لحاظ سے اعجاز قرآنی کی لاجواب مثال ہے۔ اس میں دریائے معنی کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم کا انسان کو یہ کہنا کہ وہ اس طرح احسان کرے۔ جس طرح خدا نے اس کے ساتھ احسان کیا ہے۔ فلسفہ اخلاق پر حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن حکیم نے ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی بے نقاب کر دیا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے انسان پر اتنے احسانات ہیں کہ وہ انہیں شمار نہیں کر سکتا۔

قل لو كان البحر مدادا لكلمات ربى لنفد البحر قبل ان تنفد كلمت ربى ولو جئنا بمثله مددا (۱۸:۱۰۹)

کہہ دو۔ اگر میرے پروردگار (کے احسانات) کی باتیں لکھنے کے لئے دنیا کے تمام سمندر روشنائی بن جائیں تو سمندر کا پانی ختم ہو جائے گا مگر میرے پروردگار کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ اگر ان سمندروں کا ساتھ دینے کے لیے ویسے ہی سمندر اور بھی پیدا کر دیں۔ جب بھی وہ کفایت نہیں کریں گے۔

قرآن حکیم کے فلسفہ احسان کو واضح طور پر سمجھنے کے لیے اس کے معنی و مفہوم کی مختصراً تشریح کی جاتی ہے۔ احسان حسن سے مشتق ہے اور اس کے معنی ہیں کسی شے کو حسین بنانا۔ چنانچہ مولانا انور شاہ کاشمیری نے لفظ احسان کی یہ تشریح کی ہے کہ جو کام بھی کیا جائے۔ اس جذبے سے کیا جائے۔ کہ کمال حسن و خوبی سے انجام پائے چنانچہ قرآن حکیم نے "محسن" کو جو قرآن حکیم کا مثالی انسان ہے۔ اسی مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ حیاتِ انسانی کی اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالےٰ نے احسان کو ہر چیز پر فرض کر دیا ہے۔ ان الله كتب الاحسان علىٰ كل شيٍ (الحدیث مسلم) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حسن و خوبی کو ہر چیز پر واجب گردانا ہے۔

احسان کی تشریح اللہ تعالیٰ نے سورہ المائدہ میں ان الفاظ میں کی ہے۔

ولقد اخذ الله ميثاق بنى اسرائيل و بعثنا منهم اثنى عشر نقيبا ط وقال الله انى معكم ط لئن اقمتم الصلوٰة و اتيتم الزكوٰة و امنتم برسلي و عزرتموهم و اقرضتم الله قرضاً حسنا لاكفرنّ عنكم سياتكم ولادخلنكم جنت تجري من تحتها الانهر ج فمن كفر بعد ذلك منكم فقد ضل [illegible] السبيل (المائدہ ۱۲)

اور [illegible] واقعہ [illegible] ملکوت میں [illegible] نے بنی اسرائیل [illegible] گا۔ نبی کریم تھا۔ ان میں بارہ سردار [illegible] شہادات [illegible] تھے۔ اللہ نے فرمایا تھا۔ دیکھو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نے نماز قائم رکھی۔ زکوٰۃ ادا کرتے رہے۔ میرے تمام

MECCA - View of the Holy Mosque from Ajyad Square. مكة المكرمة - منظر للمسجد الحرام من ميدان أجياد

رسولوں پر ایمان لائے - اور ان کی مدد کی اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہے تو میں تم سے تمہاری برائیاں دور کر دوں گا - اور تمہیں یقیناً ایسی جنتوں میں داخل کروں گا - جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی - لیکن اس کے بعد تم میں سے جس کسی نے اس عہد سے انکار کیا تو یقیناً اس نے (کامرانی حیات کی) حسین و مستقیم راہ گم کر دی -

آیت محولہ بالا میں احسان کی ان چار بہترین صورتوں کا ذکر کیا گیا ہے (۱) نماز قائم کرنا (۲) زکوٰۃ دینا - (۳) انبیاء کرام پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا اور (۴) اللہ کو قرض حسنہ دینا - اب ان پر مجملاً روشنی ڈالی جاتی ہے -

۱- نماز، عبادت کی حسین ترین صورت ہے - جس کی تاکید قرآن حکیم نے سب سے زیادہ کی ہے - یہ تزکیہ نفس کا سب سے موثر ذریعہ ہے - اس سے دل و دماغ سے گناہوں کے اثرات زائل ہوتے ہیں - اور قلب میں حسن پیدا ہوتا ہے - جو طمانیت و مسرت کا سرچشمہ ہے - (۲) زکوٰۃ - اس کے لفظی معنی ہیں "تطہیر" یعنی پاک و صاف کرنے اور تنمیہ یعنی نشوونما دینے - بڑھانے اور ترقی دینے کا مفہوم پایا جاتا ہے - اس معنوی مناسبت کی [illegible] زکوٰۃ اس مال و دولت کو [illegible] شرعی قواعد و ضوابط کے تحت اپنے مال و دولت سے علیحدہ کرکے افرادِ قوم کی خوشحالی نشو و نما اور ترقی کے لئے خرچ کیا جائے - (۳) انبیا کرام پر ایمان لانا دیانت داری صدق - تقویٰ اور ایمان

کا اولین تقاضا ہے کہ ہم دنیا کے تمام مامور من اللہ صداقت کے پیغامبروں پر ایمان لائیں - یہ اخلاقیات کا ہمہ گیر اصول ہے - جس کے بغیر دنیا میں کبھی عالم گیر امن قائم نہیں ہو سکتا - یہ قرآن حکیم ہے - جس نے اس اصول کی تصدیق کو جزوِ ایمان بنایا - اور اخلاق کا عالم گیر گُر سکھایا - (۴) اللہ کو قرض حسنہ دینا - آدمی کا ایثار مالی ہو یا جانی - اگر نسلِ انسانی کے حسن و ارتقا کے لیے ہو اور خدا کے لیے ہو تو اسے اصطلاح قرآنی میں قرض حسنہ کہتے ہیں - اگر قرض حسنہ کے اصول پر انسان عمل کرنا شروع کر دے تو دنیا سے افلاس - مفلوک الحال اور تنگ دستی کا خاتمہ ہو جائے اور زندگی حسین بن جائے -

واقعہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کے محولہ بالا چاروں اخلاقیاتی اصولوں کی نفسیاتی تحلیل کی جائے تو اس نتیجے پر پہنچے گا کہ حسن آخرت اور حسن دنیا کے لیے یہ اصول ناگزیر ہیں اور ان اصولوں پر عمل کرنے سے تمام دنیا امن و سلامتی اور خوشحالی و خوش نصیبی کی جنت بن سکتی ہے - اب ان اصولوں کی مجمل تشریح کی جاتی ہے خلق کی بنیادی شرط یہ ہے - کہ عمل حسین ارادی اور شعوری ہونا چاہیئے اور نیت بھی حسین ہونی چاہیئے - ظاہر ہے نماز سے بہتر کوئی عبادت، کوئی چیز انسان میں تقویٰ نہیں پیدا کر سکتی - جو اخلاقِ حسنہ کا اصلی سرچشمہ ہے - تقویٰ حسین قلب ہی میں پیدا ہوتا ہے اور نماز سے بہتر

کوئی شے قلب کو حسین بنانے والی نہیں غرض نماز حسن عمل کے لیے انسان کو طبعاً تیار کرتی ہے - اسی لیے یہ قرآن حکیم کے نزدیک انسان کا اہم ترین فریضہ ہے -

نماز کے بعد اخلاق حسنہ کی دوسری لازمی شرط زکوٰۃ ہے - یہ قلب کی اس شقاوت کو دور کرتی ہے جو دولت کو جمع کرنے سے فطرتاً پیدا ہوتی ہے - دولت کو جمع کرنے کا نتیجہ دوسرے انسانوں کو اللہ تعالےٰ کی نعمتوں سے محروم کرنے کے مترادف ہے - اللہ تعالےٰ کا منشا یہ ہے - کہ اس کی نعمتوں سے تمام اولادِ آدم فائدہ اٹھائے - لیکن کنز المال کا مقصد اولادِ آدم کو ان نعمتوں سے باز رکھنا ہے - یہ صریحاً اللہ کے منشا کی مخالفت بلکہ اس کی بغاوت ہے - اسی لیے قرآن حکیم نے ایسے لوگوں کو جہنمی قرار دیا ہے -

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ ٥ الذی جمع مالاً وعددہ ٥ یحسب ان مالہٗ اخلدہٗ ٥ کلا لینبذن فی الحطمۃ ٥ وما ادراک ما الحطمۃ ٥ نار اللہ الموقدۃ ٥ التی تطلع علی الافئدۃ ٥ انھا علیھم مؤصدۃ ٥ فی عمدٍ ممددۃ - (۱۰۴ : ۱ تا ۹)

ہر عیب جو اور غیبت کرنے والے پر سخت افسوس ہے - جس شخص نے مال و دولت کو جمع کیا اور اُسے گنا - وہ یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اپنا مال و دولت ہمیشہ اپنے پاس رکھے گا - حالانکہ ہرگز ایسا نہ ہوگا - بلکہ اُسے دوزخ کے (ایک مقام) حطمہ میں ڈالا جائے گا - تو کیا جانے کہ حطمہ کیا ہے؟ یہ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ ہے - اور آگ بھی ایسی جو قلوب پر چڑھ جاتی ہے وہ ان بند دروازوں اور مضبوط ستونوں کے درمیان ہے -

اس سورت کا ماحصل یہ ہے کہ مال و دولت جمع کرنے سے قلب سے ایک آگ اُٹھتی ہے جو اسے بڑی مضبوطی کے ساتھ اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی - اس آتشِ دوزخ کا مداوا زکوٰۃ ہے جو اس آگ کو گلزار میں بدل دیتی ہے حقیقت یہ ہے - کہ بنی نوع انسان

کے تمام روحانی دکھوں کا علاج اگر نماز ہے تو اس کے مادی دکھوں کا علاج زکواۃ ہے۔ زکواۃ نظام معاشیات کی تمام غیر معتدل ناہمواریوں۔ خلاکتوں۔ برائیوں کا علاج ہے۔ قرآنِ حکیم کی روشنی میں بصیرت کا یہ فتوٰے ہے کہ نظام اشتراکیت کا اگر کوئی کامیاب جواب ہے تو وہ اسلام کا نظام زکواۃ ہے۔

روس و چین کی لادینیت ہو یا عام دہریت۔ اسے شکست دینے کے لیے تمام ادیان کے پیرووں میں اتحاد کی ضرورت ہے اور اس اتحاد کا بہترین اور موثر نسخہ قرآن حکیم کا یہ اصول ہے۔ کہ ہم تمام ادیان کے پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ ان کی عزت و تکریم کریں۔ یا اُن کی حقیقی اور الہامی تعلیمات کی تصدیق و ترویج کریں۔ یہ اصول رواداری عالم گیر امن و صلح کے لیے لازمی ہے۔ یہ شکست دہریت کے لیے بھی ناگزیر ہے۔ انفرادی لحاظ سے بھی یہ اصول ہمیں انسان کی تکریم و تعظیم اور حق و صداقت کی تائید و تصدیق کی تعلیم دیتا ہے۔ ظاہر ہے اخلاق حسنہ کے لیے یہ اصول بے حد ضروری ہو،

قرآن حکیم کہتا ہے۔ کہ انسان اولاد آدم کے لیے جو بھی نیکی کرتا ہے۔ وہ کسی صورت میں بھی اس کی زندگی کو حسین بناتا ہے۔ وہ گویا اپنے پروردگار کو قرض دیتا ہے۔ اور خدا ہر قرض کے عوض اس سے دس گنا بلکہ ستر گنا زیادہ دیتا ہے۔ نہ صرف اس دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی۔ اس سے خدا خوش ہوتا ہے۔ مخلوق کو فائدہ پہنچتا ہے اور قرض حسنہ دینے والی کی دنیا اور آخرت حسین بنتی ہے۔ قرآن حکیم اسی لیے اس اصول کو غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر اس پر بہت زور دیتا ہے۔ غور سے دیکھیں تو یہ اصول بھی نہ صرف ہمہ گیر اور ابدی حیثیت رکھتا ہے۔ بلکہ فلسفہ اخلاق کی روح ہے۔ اس میں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ مخلوق سے احسان کرنا۔ نیکی یا بھلائی کرنا مخلوق پر قرض نہیں اس پر احسان نہیں ہوتا۔ بلکہ خالق پر ہوتا ہے۔ اور اس کا صلہ خالق و

MEDINA - Prophet's Mosque with four Minarets. المدینۃ المنورۃ - الحرم النبوی الشریف بمآذنہ الاربع والقبۃ الخضراء

پروردگار دیتا ہے۔ چنانچہ قرض حسنہ دینے والے کو مخلوق پر احسان نہیں جتانا چاہیئے اور نہ اس نیت سے اسے احسان و کرم کرنا چاہیئے اسے ہر حال میں اپنا تعلق خالق حقیقی سے رکھنا چاہیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ مندرجہ بالا چاروں اصول اخلاقیات کے بنیادی اصول ہیں، جنہیں تقریباً چودہ سَوسال پہلے قرآن حکیم نے پیش کر کے اولادِ آدم پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے، ان اصولوں پر اس کے اجتماعی اخلاق کی بنیاد رکھنی چاہیئے تاکہ یہ نوزائیدہ سلطنت خوش حالی اور امن و سلامتی کا ایک مثالی نمونہ بن جائے۔

اسلام دین فطرت ہے، اسی لیے وہ ہر حال میں مادیت اور روحانیت میں اعتدال اور توازن کی تعلیم دیتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انسان کے ارتقائے حقیقی کا انحصار اسی اعتدال پر ہے۔ جب ہم محولہٗ بالا چار اصولوں پر غور و خوض کرتے ہیں تو ہم انہیں اس اعتدال و توازن کا مثالی نمونہ پاتے ہیں۔ یہ اصول بلاشبہ اخلاقیاتی ہیں، لیکن سیاست ہو یا معاشیات معاشرت ہو یا ثقافت ہو یہ اصول ہر جگہ کام دے سکتے ہیں یہ در اصل اصولِ حسن ہیں، ظاہر ہے زندگی کا کوئی گوشہ ہو، اگر وہ حسین نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

قرآنِ حکیم نے فلسفۂ اخلاق کی بڑی شرح و بسط کے ساتھ تصریح کی ہے اُس کے اصولِ اخلاق کو فقہ کی اصطلاح میں امر و نواہی کہتے ہیں۔ اوامر میں وہ سب نیکیاں یا حسین اعمال آتے ہیں۔ جنہیں فطرتِ انسانی ایسا سمجھتی ہے۔ اسی لیے تو قرآن حکیم انسان کو "امر بالمعروف" کی تلقین کرتا ہے۔ اسی طرح وہ اسے نہی عن المنکر کا حکم دیتا ہے۔ یعنی ہر اس بُرائی، بدی سے دور رہنا جسے فطرتِ انسانی ایسا سمجھتی ہے۔ یہ دونوں اصطلاحیں فطری ہیں۔ اس لیے جامع و مانع بھی۔ یہ اعجازات قرآنی کی بڑی ہی حسین مثالیں ہیں۔ جن پر اب مختصراً روشنی ڈالی جاتی ہے۔

دنیا میں سب سے پہلے قرآنِ حکیم ہی نے نفسیاتِ انسانی کی اس حقیقت کو بے نقاب کیا ہے کہ فطرتِ انسانی حسین ہوتی ہے۔ اور اسی لیے انسان فطرتاً حسن کو پسند کرتا ہے اور قبح سے نفرت کرتا ہے۔ اسی حقیقت کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باندازِ دیگر اس طرح فرمایا ہے کہ ہر بچہ مسلمان پیدا ہوتا ہے، یہ ماں باپ ہیں جو اُسے یہودی نصرانی، اور مجوسی وغیرہ بنا لیتے ہیں۔ ماں باپ بچے کے ذوق کو بگاڑ سکتے ہیں مگر اس کی فطرت کو مٹا نہیں سکتے، کیونکہ اللہ تعالےٰ کی سنت کبھی بدل نہیں سکتی، لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ آج تک روئے زمین کا ہر انسان فطرتاً حسن ... پسند کرتا اور قبح اور بُرے ... ہیں ... کرتا ہے۔ یہ ... اور بات ... کے بگڑ جانے ... اعمال کا بھی ارتکاب ... ہوتے ہیں۔ دنیا میں ... ہے جو سچ ... شجاعت

حوصلہ مندی، سخاوت، خیرات، صدقہ عبادت، پرہیزگاری اور تقویٰ کو اچھا نہیں سمجھتا، اور کون شخص ہے جو جوئے، شراب، زنا، جھوٹ، دغا، فریب چوری، اور رہزنی کو بُرا نہیں سمجھتا۔ کون شخص ہے جو غدار وطن، کنجوس، شرابی زانی، جواری، رہزن کہلانا پسند کرتا ہے؟ اور وہ کون شخص ہے جو یہ نہیں چاہتا کہ لوگ اسے محب وطن، سخی، پرہیزگار متقی اور مخیر کہیں اور سمجھیں؟ غرض ہر حسین نام انسان کو پسند ہے اور ہر بُرا نام اسے ناپسند ہے، اور یہی امر قرآن حکیم کے اس ارشاد کی تصدیق کرتا ہے کہ دنیا میں ہر انسان کی فطرت حسین ہوتی ہے، اسی لیے وہ اسے حسین کام کرنے کی نصیحت اور بُرے یا قبیح کام کی ممانعت کرتا ہے۔ یہ اصول کسی ایک معاشرے یا قوم کے لیے نہیں ہے بلکہ عالمگیر اور ہمہ گیر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ فطری اصول ہے۔ اس لیے کہ یہ دین فطرت کا اصول ہے۔

آخر میں اخلاقیاتی ادب کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ ادب کا اثر اخلاق پر ہمیشہ رہا ہے، اور نشر و اشاعت کے اس جدید دور میں اس کے اثرات نے غیر معمولی نوعیت اختیار کر لی ہے قرآنِ حکیم نے اس کے متعلق بھی ایسا اصول بیان کیا ہے جو جامع و مانع ہے اس کا ارشاد ہے: وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا (۲: ۸۳) اور لوگوں کے لیے حسین بات کہو یہ حقیقت ہے کہ اس سے بہتر کوئی اصول نہیں ہو سکتا، نظم ہو یا نثر، جس صنفِ سخن میں بھی کچھ کہنا ہو، اسے حسین، یعنی خوشگوار، سرور انگیز، اور نیک ہونا چاہیئے۔ یہ اصول پیش کر کے قرآن حکیم نے ادب میں مخرب اخلاق، ادبی تخلیقات کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ نیز ادبی تنقید کا یہ اصول بھی بنا دیا کہ ادبی قدروں کا معیار فقط مذہب ہے۔ کسی ادبی پارے میں اگر محض جمالیاتی قدریں ہوں گی اسی [illegible] صرف ضرور یہ اصول کا احساس [illegible] کرتا مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ صالح اور اعلیٰ ادب و فن پیدا کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی اصول نہیں اور اسی ادبی مقصد حکیم نے اسے فرض قرار دیا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ قرآنِ حکیم کا فلسفہ اخلاق یہ ہے کہ انسان کی ہر بات حسین ہونی چاہیئے۔ اس کے تصورات و خیالات اس کا دل و دماغ، اس کی وضع قطع اس کے عادات و اطوار، اس کا کردار اس کا قول و فعل، الغرض اس کی ہر شے جمیل و جلیل ہونی چاہیئے، وجہ یہ ہے کہ حسن ہی حاصل زندگی ہے، یہی مقصودِ فطرت اور یہی لذت و مسرت اور کیف و سرور کا حقیقی سرچشمہ ہے۔

نماز کے متعلق چند احادیث

مولانا غلام احمد صاحب، جلہ جیم، ملتان

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

- اللہ جل شانہٗ نے میری امت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی۔ اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔
- نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔
- آدمی کے اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے۔
- اسلام کی علامت نماز ہے۔ جو شخص دل کو فارغ کر کے اور اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے وہ مومن ہے۔
- حق تعالےٰ شانہٗ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں فرمائی اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں کو اس کا حکم دیتے۔ فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے اور کوئی سجدہ میں۔
- نماز، دین کا ستون ہے۔
- نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے۔
- نماز مومن کا نور ہے۔
- نماز افضل جہاد ہے۔
- جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو حق تعالےٰ شانہٗ اس کی طرف پوری توجہ فرماتے ہیں۔ جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں۔
- جب کوئی آفت آسمان سے اترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے۔
- اگر کوئی نمازی کسی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے تو اس کی آگ سجدہ کی جگہ کو نہیں کھاتی۔
- اللہ تعالےٰ نے سجدہ کی جگہ کو آگ پر حرام فرما دیا ہے۔
- سب سے پسندیدہ عمل وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے۔
- اللہ جل شانہٗ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ یہ حالت پسند ہے کہ اس کو سجدہ میں پڑا ہوا دیکھیں۔ کہ پیشانی زمین سے رگڑ رہا ہے۔
- اللہ جل شانہٗ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے۔
- جنت کی کنجی نماز ہے۔
- جب آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ کے اور اس نمازی کے درمیان کے پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کہ کھانسی وغیرہ میں مشغول نہ ہو۔
- نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہی رہے تو کھلتا ضرور ہے
- نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا درجہ بدن میں۔
- نماز دل کا نور ہے جو اپنے دل کو نورانی بنانا چاہے (نماز کے ذریعہ سے) بنا لے۔
- زمین کے جس حصّہ پر نماز کے ذریعہ سے اللہ کی یاد کی جاتی ہے وہ حصّہ زمین کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے۔

تنقید و تبصرہ

تبصرہ کے لئے مطبوعات کی دو جلدیں ارسال کرنا ضروری ہے!

نام کتاب : ہمارا قدیم نظام تعلیم
اور
جدید تقاضے

تصنیف : الطاف جاوید
ناشر : شعبہ تعلیم و مطبوعات
محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور

محکمہ اوقاف حکومت پنجاب کی طرف سے بعض قابلِ قدر مطبوعات کا اضافہ ہوا ہے۔ گذشتہ دنوں "قتل عمد" کے عنوان سے جناب محمود احمد خاں پی۔ سی۔ ایس کا ایک گرانقدر مضمون شائع کرکے قتل و غارت کے روز افزوں واقعات کے سامنے اخلاق انسانی کا مضبوط بند باندھنے کی کوشش کی گئی تھی۔ بعد ازاں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی تصنیف ہفت مسئلہ کی اشاعت کرکے ملک کی فرقہ وارانہ مسموم فضا میں رواداری اور حسن سلوک کی راہ ہموار کرنے کی طرف موثر قدم اٹھایا تھا۔ اور اب زیرِ نظر کتابچہ "ہمارا نظامِ تعلیم اور جدید تقاضے" شائع کرکے نہایت ہی اہم ملکی اور ملّی ضرورت کی طرف توجہ دلائی ہے۔

ہمارے دینی اور مذہبی اداروں میں اس وقت جو نظامِ تعلیم رائج ہے وہ گیارھویں صدی کا مرتب شدہ ہے۔ ظاہر ہے چودھویں صدی کے تقاضے ماضی کی نسبت یکسر مختلف ہیں۔ زمانۂ قدیم کی ضروریات کے تحت مرتب شدہ نصاب کو جوں کا توں باقی رکھنا کسی طرح بھی مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

مزید برآں یہ کہ برصغیر میں رائج نصاب تعلیم کا پس منظر واضح کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ خصوصیت کے ساتھ ہماری توجہ کا محتاج ہے۔ کتابچہ کے ابتدائیہ میں مولانا آزاد کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔

"ہندوستان میں اسلامی علوم مغلوں کی حکومت کے ساتھ آئے، مغلوں کا وجود ہی اسلامی تنزّل کی پیداوار تھا اس لئے گویا یہاں علوم اسلامیہ کی درس و تدریس کی بنیاد ہی تنزّل سے پڑی"۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے بعد نئی تعلیم نے ہمیں کیا دیا؟ کے مسئلہ پر حکیم الامت علامہ محمد اقبال کی رائے بھی پیش کی گئی ہے۔ جس میں انہوں نے فرمایا کہ:۔

"مذہبی مسائل بالخصوص اسلامی مسائل کے فہم کے لئے ایک خاص تربیت کی ضرورت ہے افسوس کہ مسلمانوں کی نئی پود اس سے بالکل کوری ہے"۔

برِصغیر کی ان دو بلند پایہ علمی شخصیتوں کی رائے معلوم کرنے کے بعد کسی نوعیّت کے تبصرہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ اور واقعتہً یہ مبنی بر انصاف حقیقت ہے کہ تنزّل پر اٹھائی جانے والی عمارت کبھی اعلیٰ و ارفع نہیں ہو سکتی غالباً یہی وجہ ہے کہ سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے بعد اسلامی علوم و فنون کو شایانِ شان عروج نصیب نہ ہو سکا اور دینی اور اسلامی تعلیمات کے ادارے کس مپرسی کے عالم میں آہستہ آہستہ دم توڑ گئے۔ اور نوبت بایں جا رسید کہ علوم اسلامیہ کے بڑے بڑے دارالعلوموں کا بجٹ کروڑوں روپے سالانہ تک پہنچ گیا اور ان کی پرشکوہ عمارتیں فلک بوس ہوتی گئیں لیکن معیارِ تعلیم اس حد تک فروتر اور پست ہوتا گیا کہ ان دارالعلوموں سے ابوحنیفہؒ، ابن حزمؒ، ابنِ تیمیہؒ اور غزالیؒ کی پیدائش تو درکنار یہ تو شاہ ولی اللہؒ، ابوالکلام آزاد، شبلیؒ اور انور شاہ کاشمیریؒ جیسی نابغۂ روزگار شخصیات کے لئے بانجھ ہو گئیں۔

اس خلاء کا احساس اس قدر شدید ہے کہ پاکستان کے بڑے بڑے مدارس عربیہ کے مہتمم حضرات نے چند برس گذرے اپنے ایک تاریخی اجلاس میں وفاق المدارس العربیہ کے عنوان سے اپنا مرکز قائم کرکے فیصلہ کیا تھا کہ موجودہ نصاب تعلیم کو یکسر تبدیل کرکے اسے عہدِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق بنایا جائے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ خیرالمدارس اور مولانا مفتی محمود شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم نے ماہرین علوم اسلامیہ پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی تھی۔ بعد میں اس کی کارگذاری معلوم نہ ہو سکی۔

اب ایک عرصہ کے بعد صدائے بازگشت کے طور پر محکمہ اوقاف کے ایوانوں سے کلمۂ حق بلند ہوا ہے۔ خدا کرے یہ صدا بصحرا ثابت نہ ہو اور کوئی نتیجہ خیز اور اطمینان بخش صورت نمودار ہو جائے۔

محکمہ اوقاف نے کتابچہ "ہمارا قدیم نظام تعلیم اور جدید تقاضے" شائع کرکے صرف وقت کا تقاضا پورا نہیں کیا ہے بلکہ اپنا محکمانہ اخلاقی فرض بھی ادا کیا ہے۔ کیونکہ اس محکمہ کا وجود ہی مسلمانوں کے مذہبی اور تعلیمی امور کے تحفظ کے لئے قائم ہوا تھا۔

زیر تبصرہ کتابچے کا ابتدائیہ محکمہ اوقاف کے مشیر تعلیم و مطبوعات ڈاکٹر رشید احمد جالندھری کا تحریر کردہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب قدیم و جدید دونوں علوم کے شناور اور عصر حاضر کے جدید تقاضوں سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ انہوں نے اپنے فاضلانہ مقالے میں جو درحقیقت اس کتابچہ کے ماتھے پر تابدار جھومر کی حیثیت رکھتا ہے نہایت بلیغ انداز میں تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

اگر ملّا صاحب مرحوم (ملّا نظام الدین) اپنے عہد کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے پرانے درس میں تبدیلیاں اور اضافے کر سکتے تھے تو آج تقریباً ڈھائی سو سال کے بعد اس نصاب کو تغیّر پذیر سوسائٹی سے دُور رکھنا نہ صرف اس نصاب کے ساتھ ظلم کرنا ہے بلکہ عہد حاضر کے تقاضوں سے بھی گریز کرنا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ وقت کسی کی خاطر اپنی خاطر نہیں بدلتا۔ چنانچہ اگر ہم نے وقت کے ساتھ ساتھ چلنے سے برابر پہلو تہی کی تو یہ ایک ملّی المیہ ہوگا۔ شاید "سکون و جمود" کی یہی زندگی ہے جس کی وجہ سے آج ہماری مذہبی اور علمی زندگی میں ایک عام خلاء محسوس کیا جا رہا ہے اور اسے پُر کرنے کے لئے نئے نظریات کا سیلاب اُمڈا چلا آ رہا ہے۔

اس کتابچہ کے مصنف جناب الطاف جاوید نے اپنے پُر مغز اور فاضلانہ مقالہ میں تاریخ کے مختلف ادوار کے نصاب تعلیم کی مختلف صورتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

پاکستان کی تاسیس کے بعد سب سے اہم کام یہ تھا کہ وقت کی پہلی فرصت میں دارالعلوموں اور [illegible] اساتذہ کو باہم [illegible] [illegible] رعی جداگانہ [illegible] دور [illegible] پھر تاکہ جدید علوم مذہبی بیگانگی کے [illegible] رجحانات کو پیدا کرنے کا ذریعہ نہ بنتے اور قدیم مذہبی و تہذیبی علوم ماضی پرستی اور تقلید جامد جیسے

خطرناک تصورات کو جنم نہ دے سکتے۔ جن کی موجودگی قوموں کی حیات کے لئے خودکشی کے مترادف ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اہم کام یہ بھی کرنا چاہیے تھا کہ فقہ اسلامی کو درس نظامی سے خارج کرکے ایل۔ ایل۔ بی کے نصاب کا جزو بنا دیا جاتا کہ ہمارے قانون دان اسلامی قانون کی روح اس کی ابتداء اس کے تاریخی ارتقاء اور مختلف مذاہب کو ان کے تاریخی پس منظر میں مطالعہ کرکے جدید قانونی نظام کے ضمیر کو اسلام سے حیات پرور اور صحت مند پاکیزہ اقدار سے نئی زندگی بخشتے۔

پاکستان میں رائج قدیم اور جدید نظام تعلیم کے مضرات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ:۔

کسی بھی ملت کے لئے اس سے بڑھ کر المیہ اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ وہ نظریاتی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہو جائے اس کی تہذیب ثقافت اور تعلیم کے دو دھارے ہو جائیں۔ جن کی سمتیں بالکل مختلف ہوں۔

اس سے آگے لکھا ہے:۔

ملت کے بہی خواہوں سے آج بھی ہمیں یہ توقع ہے کہ وہ پہلی فرصت میں مسلم تہذیب کے ان عظیم دھاروں کو ایک جگہ جمع کرنے کی بھرپور جدو جہد کریں گے تاکہ مجمع البحرین سے ملت کا سوکھا ہوا جسم اور روح پھر سے شاداب و سرشار ہو سکے۔ اس کام میں جتنی دیر ہوگی ملت کی محرومی اور درماندگی میں اتنا ہی اضافہ ہوگا۔

اس کتابچہ میں قدیم اور جدید نظامہائے تعلیم کی ناموزونیت کو پورے دلائل سے ثابت کیا گیا ہے اور اپنے موضوع کو صحیح ثابت کرنے کے لئے فاضل نامہ نگار نے پوری کامیابی حاصل کی ہے۔ لیکن اصل مسئلہ صرف مرض کی نشاندہی نہیں اس کا موثر علاج ہے اگر محکمہ اوقاف بھی اپنے بیش بہا وسائل و ذرائع [illegible] صرف ضرورت کی اہمیت کا احساس [illegible] تو پھر اور کون اس اہم قومی اور ملکی ضرورت کی تکمیل کر سکے گا۔ محکمہ اوقاف کا کام صرف مرض کی نشاندہی نہیں موثر علاج اور عملی اقدام بھی اس کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔ محکمہ اوقاف کو اولین فرصت میں اس ضرورت کی تکمیل بھی کرنا چاہیے۔

بقیہ: مجلس ذکر

کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو ایک حاضری ہی سے یہ تمام منزلیں طے ہو جاتی ہیں اور اس کو کلمہ نصیب ہوتا ہے اور اسلام کا نور اس کے دل میں جاگ پڑتا ہے۔

میں کہہ رہا تھا اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اللہ والوں کی خدمت میں حاضری دیں اخلاص سے، عقیدت سے، ادب سے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تین تاروں سے طالب کامیاب ہوتا ہے۔ تین تاروں کا کنکشن ہو اپنے شیخ کے ساتھ تو وہ کامیاب ہوتا ہے۔ عقیدت ہو، ایک۔ ادب ہو، دو۔ اطاعت ہو، تین ـــ یہ تین چیزیں ہیں ـــ عقیدت کیا ہے؟ عقیدت کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ اپنے شیخ کو تمام اولیاء کرام سے بڑا سمجھے، نہیں۔ عقیدت کے معنے یہ ہیں کہ یہ سمجھے کہ میری اصلاح کے لئے یہ مجھے کافی ہیں۔ بے شک ان سے بڑے بھی ہوں گے لیکن میری اصلاح کے لئے یہ کافی ہیں۔ عقیدت اتنی ہی کافی ہے اور اسی طریقے سے ادب ہو، اطاعت ہو، جو فرمائیں وہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے ہر وقت کھلے ہیں۔ نبوت کا دروازہ اللہ تعالیٰ نے بند کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اپنے مخلص بندوں میں داخل فرمائے اور اپنے نیک بندوں کا اور اپنے محبوب بندوں کا غلام بنائے۔

خط وکتابت کرتے وقت

اپنا خریداری نمبر ضرور لکھا کریں۔

اپیل

مدرسہ عربیہ دارالعلوم مدنیہ رجسٹرڈ کوٹ ادو حضرت شیخ التفسیر و حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم کی سرپرستی میں تعلیمی و تبلیغی خدمات احسن طریق پر انجام دے رہا ہے۔ گذشتہ سال باہر کے آنے والے طلباء جن کے تمام ضروریات کا مدرسہ کفیل رہا ان کی تعداد تینتیس رہی۔ قرآن مجید حفظ و ناظرہ کے علاوہ فارسی کی تعلیم سے لے کر مشکوٰۃ شریف، ہدایہ آخرین تک کتب زیر تدریس رہیں۔ دو مدرس نہایت خلوص اور تندہی سے کام کرتے رہے۔ اس سال ایک اور مدرس فارغ التحصیل کا اضافہ کیا ہے۔ اس وقت مدرسہ کو جو ضرورت درپیش ہے وہ یہ ہے۔ مدرسہ اس وقت چونکہ ایک عارضی مکان میں ہے مدرسہ کو کم از کم ایک کنال زمین کی ضرورت ہے۔ اہل خیر حضرات اس ضرورت کو اپنی پاک کمائی سے پورا کر دیں تو یقیناً صدقہ جاریہ ہوگا۔ جو کچھ ہوا ہے یہ بھی ہمارا کمال نہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی مہربانی سے ہوا ہے ؂

جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

امید ہے کہ دینی جذبہ رکھنے والے حضرات اپنی زکوٰۃ، صدقات، چرمہائے قربانی سے مدرسہ کی امداد فرما کر اجر عظیم حاصل کریں گے۔

ترسیل زر کا پتہ: محمد مسعود مہتمم مدرسہ دارالعلوم مدنیہ کوٹ ادو مظفر گڑھ

8444

اپیل

مدرسہ عربیہ جامعہ عثمانیہ رجسٹرڈ عارف والا علاقہ بھر میں دینی تعلیمی خدمت انجام دے رہا ہے سردست مدرسہ طلبہ کے روز افزوں اخراجات کا متحمل نہیں ہو سکتا محض متوکل علی اللہ اپنے مقصد میں کوشاں ہے۔ چونکہ مقامی طور پر اخراجات پورے نہیں ہو سکتے اور مسافر طلباء کو تعلیم سے محروم رکھنا غیر مناسب ہے مزید برآں مدرسہ ابھی زیر تکمیل ہے اور کوئی مستقل آمدنی بھی نہیں اس لئے جملہ اہل خیر احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ صدقات خیرات و زکوٰۃ سے مدرسہ کی تعمیر و ترقی کے لئے امداد فرمائیں۔

قاری محمد صبغت اللہ حصاروی مہتمم مدرسہ عربیہ جامعہ عثمانیہ رجسٹرڈ نزد مسجد محلہ عارف والا ضلع ساہیوال۔

8374

● دارالعلوم اسلامیہ منڈی چوہڑ کانہ ضلع شیخوپورہ کا داخلہ ۳۰ شوال ۱۳۹۰ھ تک جاری رہیگا۔ عرصہ تین سال سے دینی خدمات انجام دے رہا ہے جس کا افتتاح حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب کے دست حق پرست پر ہوا۔ بیرونی طلباء کے قیام و طعام کا ذمہ دار مدرسہ ہوگا۔ حفظ و ناظرہ کے لئے قاری محمد عیسیٰ صاحب کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ بچوں کا داخلہ حاصل کرکے فلاح دارین حاصل کریں۔

غلام محمد مہتمم دارالعلوم اسلامیہ منڈی چوہڑ کانہ ضلع شیخوپورہ

8442